تحصیل علم کے آداب

خطاب: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

حضرت صدر وفاق دامت برکاتھم العالیہ کا ایک اصلاحی بیان،جو اھمیت علم اور طلبہ کی بعض کوتاھیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا،نئے تعلیمی سال کے آغاز پر قدرے اختصار کے ساتھ پیش خدمت ھے۔

(دوسرا و آخری حصہ)......اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین اور عمدہ موقع فراہم کیا ہے، میں آپ سے نہ کسی بہت اعلیٰ ریاضت کا مطالبہ کر رہا ہوں اور نہ کسی سخت مجاہدے میں آپ کو ڈال رہا ہوں، نہ آپ کے کندھوں پر بے جا مشقت کا بوجھ لاد رہا ہوں......نہیں! بلکہ یہ جو آپ کی زندگی ہے اس کے ساتھ ساتھ اپنا رخ تبدیل کریں کہ یہ پڑھنا عمل کے طور پر ہو، صرف نقوش حاصل کرنا نہ ہو، اور تقویٰ حاصل کرنے کے لیے معاصی سے اجتناب کیا جائے، معاصی کے ارتکاب سے دل سیاہ ہوتا ہے اور جب دل سیاہ ہو جاتا ہے تو اللہ اور اس کے رسول سے غفلت ہو جاتی ہے اور خدانخواستہ یہ غفلت ترقی کر جائے تو پھر کوئی کتنا بھی سمجھائے اس کے سمجھانے کا اثر نہیں ہوتا، بلکہ سمجھانے سے الٹا نقصان ہوتا ہے کہ سمجھانے والے کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔ بہت خطرناک بات ہو جاتی ہے۔ آج ہمارا اہل علم کا جو طبقہ ہے وہ اور علماء اسی طرح کی صورت حال سے دوچار ہے، اہل صلاح، اہل فلاح، اہل تقویٰ اور اہل معرفت کا فقدان ہے، حالانکہ بڑی بڑی صلاحیتیں ہمارے ان بچوں اور طلبہ میں ہوتی ہیں، لیکن انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا پورا فائدہ نہیں اٹھایا۔

جہاں جاؤ! جس مجلس میں بیٹھو، گناہ ہی گناہ ہیں، بس یہی ہمارا موضوع ہے کہ جناب غیبتیں کی جائیں اور ایک دوسرے کی پگڑی اچھالیں اور عیب تلاش کریں اور ان کی کوتاہیوں کو بیان کریں، یہ عام رواج ہے اور اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے، تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو موقع آپ کو عطا فرمایا ہے آپ اس کو ضائع نہ کریں۔

ایک شہزادے کا قصہ:

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ایک شہزادہ شکار کے لیے گیا شکار کے دوران اس کی قیمتی انگوٹھی جس میں ہیرا جڑا ہوا تھا وہ کہیں گر گئی، وہاں مٹی اور سنگریزے تھے، بہت تلاش کی نہیں ملی تو شہزادے نے کہا کہ جتنے سنگریزے ہیں اور مٹی ہے اس کو اکٹھا کر لو اور پھر اپنی جگہ پر جا کر اطمینان سے تلاش کرنا وہ مل جائے گی، چنانچہ وہاں تو تلاش بسیار کے بعد وہ

انگوٹھی نہیں ملی تھی، لیکن شہزادے نے جو ترکیب بتائی تھی اس پر عمل کر کے سنگریزوں اور مٹی کو جمع کر کے اپنی جگہ لائے اور وہاں آرام سے تلاش کیا تو وہ مل گئی، تو سنگریزے تو بہت تھے اور ہیرا ایک تھا، سنگریزے مدرسوں میں بھی بہت ہوتے ہیں لیکن کوئی ہیرا بھی ہوتا ہے، آپ اپنی ہی مسجد میں دیکھ لیں، ایسے لوگ بھی ہیں جو صف اول کا اہتمام کرتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ آپ کو خبر ہی نہ ہو، کیونکہ آپ تو رہتے ہی آٹھویں اور دسویں صف میں ہیں، آپ کو وہاں کا حال ہی معلوم نہیں ہے، آپ نے وہاں کبھی پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں، وہی ان مدارس کے قیام، استحکام اور بقا کا ذریعہ ہیں، اللہ انہیں اور اخلاص نصیب کرے۔ باقی جولڑکے عمل کا اہتمام ہی نہیں کرتے تو وہ لوگ علم برائے عمل حاصل نہیں کر رہے، ان کا علم نور نہیں بنے گا، ان کے علم میں وسعت تو ہوسکتی ہے لیکن عمق نہیں ہوگا، گہرائی نہیں آئے گی اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ معلومات کی وسعت...... یہ علم نہیں ہے، علم تو نور ہے جو اللہ تعالیٰ انسان کو عطا فرماتے ہیں اور تقویٰ سے اس میں ترقی ہوتی ہے اور گناہوں کی عادت ڈال لینے سے وہ زائل ہو جاتی ہے۔

سبق آموز واقعات:

یہ اس زمانے کی بات ہے جب ہم چھوٹے تھے اور بہت ہی چھوٹے تھے، ہمارے ایک استاد تھے، جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید تھے، وہ حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں ہر جمعہ کو جایا کرتے تھے، تو ہم نے بھی ان کے پیچھے پیچھے جانا شروع کیا، انہوں نے کبھی اس کا حکم دیا تھا اور نہ ہی ہمارے والدین کا اس طرف کوئی اشارہ تھا، وہاں جاتے جاتے شوق ہو گیا تو چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہمارے والد صاحب نے ہمیں تین پہیوں والی سائیکل خرید کر دی، ہمارے ہاں سے تھانہ بھون تک کا فاصلہ تقریباً دو تین میل کا تھا، سڑک نہیں تھی کچا راستہ تھا تو سائیکل چلانے کے شوق میں کہہ لیجیے، ہم اس پر بیٹھ کر تھانہ بھون جایا کرتے تھے، یہ اس وقت ہوتا تھا جب ہم بہت چھوٹے تھے، اس کے بعد پھر والد صاحب نے ہمیں چھوٹی دو پہیوں والی سائیکل خرید کر دی اور اس کا استعمال اور مصرف بھی یہی تھا کہ ہم جمعہ کے دن تھانہ بھون جایا کرتے تھے۔ یہ تو اس وقت کی بات ہے کہ جب ہم نے عربی پڑھنا شروع نہیں کیا تھا، جب ہم نے جلال آباد میں عربی پڑھنا شروع کیا تو ہمارے استاذ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ وہ حضرت کے خلیفہ تھے، پہلے تو ہم اپنے گھر میں ہوتے تھے اور ہر جمعہ کو تھانہ بھون جاتے تھے، اب یہ ہوا کہ پورا ہفتہ جلال آباد میں رہتے تھے اور جمعرات کی شام کو ہم واپس گھر آیا کرتے تھے، مدرسہ بہت مختصر سا تھا اس میں مطبخ نہیں تھا، دارالاقامہ کا کوئی خاص انتظام نہیں، کتب خانہ نہیں تھا، ہم اپنی کتابیں خود خرید کر پڑھتے تھے، سردی کے زمانے میں ہمارا ملازم گھر سے ہمارا کھانا لے آیا کرتا تھا اور وہ دونوں وقت کے لیے کفایت کر جاتا تھا، گرمی کے زمانہ میں چونکہ یہ ممکن نہیں تھا، اس لیے ہم وہاں کسی کے گھر کھانا پکواتے تھے، دو تین خواتین اس زمانے میں ایسی گزری ہیں جن کے یہاں ہمارا کھانا پکتا تھا اور ان بیچاری عورتوں کو کچھ بھی پکانا نہیں آتا تھا، سوائے ماش کی دال کے، ہم تو ان کو سب چیزیں فراہم کرنے کے لیے تیار تھے، لیکن یہ کہ وہ ماش کی دال پکاتی تھیں اور

وہ بھی بغیر دھلی ہوئی، جس میں کالے چھلکے ہوتے تھے اور دال میں ڈالا ہوا پانی کالا ہوتا تھا، تو کالا پانی اور دال کے چھلکے یہ ہمیں خوراک ملتی تھی، اس کو لاکر ہم ایک کونے میں ڈال دیا کرتے تھے، وہ کھانے کی چیز ہی نہیں ہوتی تھی کہ اسے کھایا جائے، ہماری والدہ کو یہ سب معلوم تھا لیکن ان کے بس میں نہیں تھا، اس لیے وہ کڑھتی تھیں اور ان کو تکلیف بھی ہوتی تھی۔ جب ہم جمعرات کو گھر جاتے تھے، تو بس وہ یہ چاہتی تھیں کہ جیسے اپنا کلیجہ ہمیں کھلا دیں، اس قدر ان کو محبت اور اس قدر خیال کہ ایک ہفتہ کے بعد طرح طرح کی چیزیں ہمارے لیے تیار ہوتی تھیں، لیکن ہوتا کیا تھا؟ کہ عصر کی نماز جلال آباد سے پڑھ کر چلتے تھے اور مغرب کے وقت آرام سے گھر پہنچ کر نماز پڑھ لیتے تھے، پھر کھانا ہوتا تھا، اس کے بعد صبح کو ناشتہ ہوتا تھا، اس کے بعد ہماری درخواست ہوتی تھی کہ ہم تھانہ بھون جائیں گے، والدہ کہتی تھیں، بیٹا یہ تو نہیں ہوگا! کیونکہ تھانہ بھون کا مطلب یہ تھا کہ وہاں حضرت کی مجلس میں شریک ہوں گے، پھر گھر نہیں آئیں گے اور سیدھے مدرسہ چلے جائیں گے، تو وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھیں بہت منع کرتی تھیں، اور ظاہر ہے کہ یہ شفقت اور محبت کی بنا پر ہوتا تھا بغیر اجازت کے تو ہم جا نہیں سکتے تھے، لیکن ہمیں تھانہ بھون جانے کا ایسا شوق ہوتا تھا کہ ہزار خوشامد کرتے تھے تاکہ امی ہمیں اجازت دیں اور وہ خوشامد کرنے پر اجازت دے دیا کرتی تھیں...... آخر ماں تھیں!

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کے ساتھ محبت عطا کردی، جس کا ثمرہ اللہ تعالیٰ نے بہت ہی مثبت انداز میں عطا فرما دیا۔

اکابر کی مجالس میں حاضری کا مقصد:

ہمارے ایک دوست تھے جو جلال آباد (انڈیا) کے رہنے والے تھے، بڑی عمر کے تھے اور وہ سب طلبہ کے ہاں محترم تھے اور سب ہی ان کا ادب کرتے تھے، اگرچہ ہم شرح جامی پڑھتے تھے اور وہ میزان لیکن بہر حال ان کی یہ حیثیت مسلم تھی، ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ نہ تمہیں سمجھ ہے اور نہ حضرت کی گفتگو تمہارے بس کی ہے کہ ان کے بیان کو تم سمجھ سکو، تو تم وہاں کیوں جاتے ہو؟ ظاہر ہے کہ میں اس بات کا جواب دینے سے قاصر تھا، تو انہوں نے مجھے سمجھایا اور ایک بات بتائی جو زندگی بھر کے تجربے سے صحیح ثابت ہوئی، فرمایا: دیکھو کسی مجلس میں 'معلومات' حاصل کرنے کے لیے نہیں جایا کرتے بلکہ اصل چیز یہ ہے کہ بزرگوں کی مجلس میں جانے سے اور وہ صحبت جو ان کے ساتھ رہتی ہے اس کی وجہ سے ان کا ذوق اہل صحبت کی طرف منتقل ہوتا ہے، اس ذوق کی خاطر وہاں جانا چاہیے، ان شاء اللہ تمہیں بھی فائدہ ہوگا۔

اور ہمارے ہاں تو کئی لوگ آتے ہیں، معلومات بڑھانے کے لیے، نہیں یہ تو ایک امر زائد ہے، اصل وہ 'ذوق' ہے اور ظاہر ہے کہ بزرگوں کا 'ذوق' بزرگی ہی دلانے والا ہوتا ہے، تو وہ ذوق مکمل حاصل ہوا یا نامکمل...... لیکن الحمدللہ ثم الحمدللہ پوری زندگی میں ہماری رہنمائی کرتا رہا، گو ہم نے زندگی کوئی قابل تقلید نہیں گزاری، لیکن الحمدللہ اپنی کوتاہیوں پر نظر ضرور رہی اور ان کی تلافی کی بھی اپنی بساط کے مطابق چھوٹی چھوٹی کوششیں ہوتی رہیں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ، یہ ان بزرگوں کی

صحبت کا نتیجہ تھا، آج تو ان پہلے لوگوں کی طرح بزرگ باقی نہ رہے لیکن یہ کہ مدرسہ کی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری میں ہم اچھی طرح یقین رکھتے ہیں کہ تعلیم بھی ضروری ہے اور تربیت بھی اور وہی۔

نقل ارشادات مرشد می کنم
اصل کی برکت سے کیا عجیب
نقل میں بھی ہو وہی فیض اتم

اور یہ بھی ارشاد فرمایا گیا:

"من تشبه بقوم فهو منهم"

یعنی جس نے جس قوم کی بھی مشابہت اختیار کر لی وہ انہی میں سے شمار ہوگا، تو ہم اپنے بزرگوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب اور حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ دونوں حضرات میرے پیر و مرشد ہیں، انہوں نے فرمایا بھی دیا کہ مولانا فقیر محمد صاحب کا تو حکم ہی نہیں، اصرار تھا لیکن جب تک یہ حضرات حیات تھے، میری جرأت نہیں ہوئی کہ کوئی وعظ کی مجلس قائم کروں، میں نے حکم عدولی بھی کی، لیکن اپنے اندر ہمت نہیں پاتا تھا کہ میرے مشائخ موجود ہیں اور ان کی موجودگی میں جناب میں پیر بن کر بیٹھ جاؤں اور آپ کو معلوم ہے کہ میں اب بھی پیر بنا ہوا نہیں ہوں، میں کسی کو مرید نہیں کرتا، لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ ہمیں مرید بنالو، لیکن میں اس چکر میں پڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں، اس لیے کہ جو رونا مدارس کا میں نے آپ کے سامنے رویا ہے یہی حشر آج خانقاہوں کا بھی ہے، خانقاہوں کی بھی یہی کیفیت ہے، وہاں اصلاح کا کوئی تصور موجود نہیں ہے، لوگ شیخ کا قرب حاصل کرنے کے لیے وہاں حاضریاں دیتے ہیں اور دنیا کے منافع حاصل کرنے کے لیے شیخ سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے ہیں، میں نے ذکر کیا کہ یہاں بھی امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مثالیں موجود ہیں اور کچھ لوگ وہاں بھی ایسے ہیں جو واقعی اللہ والے ہیں، لیکن نہایت قلیل، تو اس بنا پر میں اپنے بزرگوں کے حکم کی تعمیل کی بنا پر یہ اہتمام کرتا ہوں اور الحمدللہ، اللہ کی برکت بھی عطا فرماتے ہیں اور اچھے نتائج بھی اللہ دکھاتے ہیں۔

اصل کی برکت سے لیکن کیا عجب
نقل میں بھی ہو وہی فیضِ اتم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆